ریاست مدینہ اور اسلامی فلاحی مملکت کا تصور

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

The concept of an Islamic welfare state within the state of Medina

ڈاکٹر احمد رضا*

Abstract

Islam and politics are not separate. If Islam is given a skeleton to politics, it means to demoralize Islam. The basis and survival of the individual is based on three things: society, economy and politics. The basic concept of politics is the state and all political ideas and characters are directly or indirectly related to it. The state of man is a social society which cannot fulfill its natural requirements without any rules and regulations, so it must have a government. The establishment of the Islamic welfare state took place in Madinah during the reign of the Holy Prophet .ﷺ In the Islamic State, the Holy Prophet ﷺ established a clear state system of justice, law, health, industry, education, human rights, trade, defense and foreign affairs, and taught the world how to govern. The Islamic state established by the Holy Prophet ﷺ in Madinah was a welfare state based on revelation and divine teachings. In it, every human being had peace and security and human dignity. Counsel, Equality, Co-operation on Taqwa, Tolerance and Social and Legal Justice were the greatest virtues of this country. This topic is of great importance in this day and age to make Pakistan a truly Islamic welfare state and to make its people proud and prosperous in the world.

Key words: concept, Islamic welfare state, state of Medina.

اسلام اور سیاست الگ نہیں ہیں اگر اسلام سے سیاست کو نکال دیا جائے تو اس کا مطلب اسلام کو بے روح کر دینا ہے۔فرد کی بنیاد اور بقاء تین چیزوں پر ہے یعنی معاشرت ،معیشت اور سیاست۔سیاست کا بنیادی تصور ریاست ہے اور تمام سیاسی خیالات و کردار بلاواسطہ یا بالواسطہ اسی سے وابستہ ہیں ۔ریاست انسان کا بنایا ہوا سماجی معاشرہ ہے جو بغیر کسی قاعدے و قانون کے اپنے فطری تقاضے پورے نہیں کر سکتا لہٰذا اس میں ایک حکومت کا قیام بھی لازمی ہے ۔عہد رسالت مآب ﷺ میں اسلامی فلاحی ریاست کا قیام مدینہ منورہ میں ہوا۔پہلی اسلامی ریاست میں آپ ﷺ نے عدل

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فکر اسلامی تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

وانصاف ، قانون ، صحت ، صنعت ، تعلیم ، حقوق انسانی ، تجارت ، دفاع اور امور خارجہ سے متعلق واضح نظام ریاست بنایا اور دنیا کو امورِ حکومت چلانا سکھایا۔ بعدازاں خلفائے راشدین کے ادوار میں یہ نظام مربوط ومنظّم ہوا۔اس نظام سے نہ صرف حقوقِ انسانی کو تحفظ حاصل ہوابلکہ جانوروں کو بھی حقوق دیئے گئے جس کی دنیا کے کسی نظامِ ریاست میں مثال نہیں ملتی ۔ نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ میں قائم کردہ اسلامی ریاست ایک ایسی فلاحی مملکت تھی جس کی اساس وحی اور تعلیمات ربانی پر قائم تھی۔اس میں ہرانسان کو امن وسلامتی اور شرف انسانی حاصل تھا۔ شورائیت ، مواخات ، مواسات ، مساوات ، تعاون علی البر والتقویٰ، رواداری اور سماجی و قانونی عدل وانصاف اس مملکت کی عظیم ترین خوبیاں تھیں۔ مقالہ ہٰذا کا عنوان ریاست مدینہ اوراسلامی فلاحی مملکت کاتصور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہے۔یہ موضوع آج کے دور میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس موضوع پر نہ صرف لکھنے کی ضرورت ہے بلکہ اس پر عمل کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔تاکہ وطن عزیز پاکستان کو حقیقی طورپراسلامی فلاحی مملکت بنایا جاسکے۔

اسلامی فلاحی مملکت کے لیے قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی مبارک تعلیمات میں کون کون سے رہنمااصول موجودہیں اوران سے استفادہ کیسے کیاجاسکتاہے؟

لفظِ ریاست کی لغوی واصطلاحی تحقیق

ریاست کا لفظ اردو اور عربی زبان میں مستعمل و مروج ہے۔ اردو لغت میں اس کا معنی : سرداری ، افسری، امارت، عملداری اور حکومت بیان کیا گیا ہے[1]۔ امام اللغۃ خلیل بن احمد فراہیدی (م ۱۷۵ ھ)نے عربی لغت میں ریاست کا مفہوم یہ بیان کیاہے:

رأسُ كلِّ شيء: أعلاه...وأنا رأسُهم ورئيسُهم، وتَرَأَّسْت عليهم ورَأَّسوني على أَنْفُسهم[2]

(ہر چیز کی بلندی ورفعت اس کاراس یعنی سر ہے۔اور کہاجاتاہے کہ میں اس قوم کابلند مرتبہ شخص ہوں ،میں ان کاسردارہوں، میں ان پر سرداری کرتاہوں اورانہوں نے مجھے اپنا سردار بنایاہے)۔

1 مولوی فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروز سنز، لاہور، 1975، مادہ: ر۔ی، ص666۔

2 فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، مطبعہ باقری، ایران، 1414ھ، مادہ: راس، ج1، ص636۔

انگریزی میں ریاست کے لیے STATE کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

The state is a community of persons, more or less numerous, permanently occupying a definite portion of territory, independent of external control and possessing an organized government to which the great body of inhabitants render habitual obedience.(1)

اردو، عربی اور انگریزی کی درج بالا تحقیق کی روشنی میں ریاست کی آسان الفاظ میں یہ تعریف کی جاسکتی ہے: "ایسا قطعہ ارضی جس میں انسانوں کی منظم اجتماعیت و معاشرت ایک خاص دستور و قانون کے ماتحت قائم ہو اور عوام اس دستور و قانون کے پابند ہوں، ریاست کہلاتی ہے"۔

ریاست کی ضرورت واہمیت

انسانوں کے سماجی معاملات چلانے اور باہمی تعلقات کو مضبوط کرنے کے لیے ریاست کا وجود ضروری ہے اور ریاست کے لیے قانون ضروری ہے تاکہ ریاست میں امن وامان قائم رہے، مظلوم کی دادرسی ہوسکے اور ملک کا دشمنوں سے دفاع ہوسکے۔ اسی لیے کسی بھی معاشرے کو ریاست کی ضرورت ہوتی ہے۔

فلاحی ریاست(welfare state)کا جدید تصور

فلاحی ریاست کی اصطلاح انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں اس وقت مشہور ہوئی جب جرمنی کے بادشاہ Chancellor Otto von Bismark نے اپنے ملک کو فلاحی مملکت بنایا۔ اس نے اپنے ملک کے شہریوں کو معاشی اور معاشرتی طور پر خوشحال کیا۔ اس لیے مغربی دنیا میں فلاحی مملکت کا تصور بیدار ہوا حالانکہ فلاحی مملکت کا عملی مظہر تو نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست قائم کرکے پوری انسانیت کو عطا کردیا تھا اور اسے خلفائے راشدین نے مزید عظیم بنا کر دنیا کے سامنے پیش کردیا تھا۔ بہرحال آج اکیسویں صدی میں فلاحی مملکت کے حوالے سے دنیا کے

1 Dugra Kanta Sarmah . Polotical Science. New Delhi:New Age International Private (L) Publishers, 2004.Vol. 1 , Page 25

کئی ممالک بالخصوص مغربی ممالک اپنی کوششوں میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ان کی معیشت و معاشرت ان کے نقطۂ نظر کے مطابق مستحکم ہو چکی ہے۔ انہیں امن و امان، خوشحالی اور سائنسی ترقی حاصل ہو چکی ہے۔ اور انہیں دنیا کی سیاست و اقتدار پر غلبہ حاصل ہو چکا ہے۔

The welfare state is a form of government in which the state protects and promotes the economic and social well-being of the citizens, based upon the principles of equal opportunity, equitable distribution of wealth, and public responsibility for citizens unable to avail themselves of the minimal provisions for a good life(1)

فلاحی ریاست حکومت کی ایک شکل ہے جس میں ریاست اپنے شہریوں کو معاشی اور معاشرتی سطح پر ترقی دیتی ہے اور تحفظ بھی فراہم کرتی ہے۔ اس کی بنیاد مواقع کی یکساں فراہمی، دولت کی منصفانہ تقسیم اور عوام کی زندگی بہتر بنانے کی ذمہ داری کے اصول پر ہے۔

آج کے دور میں جدید فلاحی ریاستیں معرض وجود میں آگئی ہیں جن میں جرمنی، فرانس، بیلجیئم، کینیڈا، آسٹریلیا، آسٹریا، فن لینڈ، نیدرلینڈ، امریکہ، انگلینڈ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر، ترکی، چائینہ اور روس وغیرہ شامل ہیں۔ ان ممالک میں ہر شہری کو زندگی کی تمام ضروری سہولیات حکومت کی جانب سے فراہم کی جاتی ہیں۔ تعلیم، صحت، روزگار اور رہائش کے مسائل حکومتوں نے حل کر دیے ہیں۔ عوام کو امن و سلامتی، سماجی و قانونی عدل و انصاف اور خوشحالی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہیں اور سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ریاست مدینہ کا قیام

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب آئے اور اسے مدینہ منورہ بنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہی قیام فرماتے کہ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کا بھی اہتمام کیا

1 https://en.wikipedia.org/wiki/Welfare_state/retrieved on 23rd March 2019

۔اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین، انصار، یہود، عیسائی اور دیگر قبائل کو جمع کیا۔ان سے گفتگو فرمائی اور اس موقع پر ایک تحریر لکھوائی۔یہ نہ صرف آپ ﷺ کا ایک فرمان تھا بلکہ تمام لوگوں کا اقرارنامہ بھی تھا، جس پر ان لوگوں کے دستخط تھے۔اس میثاق مدینہ کے بنیادی نکات یہ تھے:

- آبادیوں میں امن و امان قائم رہے گا تاکہ سکون سے نئی نسل کی تربیت کی جاسکے۔
- مذہب اور معاش کی آزادی ہوگی۔
- فتنہ و فساد کو قوت سے ختم کیا جائے گا۔
- بیرونی حملوں کا مل کر مقابلہ کیا جائے گا۔
- حضورِ اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر کوئی جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔
- میثاق کے احکام کے بارے میں اختلاف پیدا ہو تو رسول اللہ ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔[1]

اسلام میں ریاست کا تصور

تشکیلِ ریاست بنیادی اسلامی تصورات میں سے ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے حضور اکرم ﷺ کا ریاست مدینہ کی تشکیل اور میثاق مدینہ کی صورت میں ایک آئینی دستاویز کی تیاری ایک قوی ترین اور ناقابل تردید دلیل اور حجت ہے۔اسلام نے ریاست کے سربراہ کے تقرر کے لیے اُس ریاست کے شہریوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے کا اصول مقرر کیا ہے۔امورِ ریاست آمریت یا شخصی حکومت کے بجائے مشاورت سے چلانے کا ضابطہ مقرر کیا ہے۔اسلام نے حکمرانوں اور اہل شوری (ممبران پارلیمنٹ) کے لیے عدل، صدق، امانت، دیانت، علمی و ذہنی قابلیت اور جسمانی صحت کے معیارات مقرر کیے ہیں۔طرزِ حکومت اور نظامِ انتخابات کو اسلام نے اجتہادی امور کے طور پر چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر دور کے تقاضوں اور معاشرے کے رجحانات و میلانات اور معاشرتی صورت کے مطابق اس کی شکل بنائی جاسکے۔اسی طرح اسلامی نظام میں حکمران کو اقتدار سے الگ کرنے کا اصل اختیار بھی عوام کو دیا گیا جس کی بنیاد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسند خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد پہلے خطبے کے یہ الفاظ ہیں:

---

1 ابن کثیر، حافظ عمادالدین اسماعیل، البدایہ والنہایہ، دارالفکر، بیروت، 1393ھ، ج1، ص216۔

"اے لوگو مجھے تم پر حکمران مقرر کر دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھائی کی راہ پر چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر برائی کی راہ پر چلوں تو مجھے پکڑ کر سیدھا کر دینا۔ تم میری اس وقت تک اطاعت کرتے رہنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہو جاؤں تو تم پر میرے فرمان کی اطاعت قطعاً واجب نہیں"[1]۔

اسلام کے سیاسی نظام کو امامت وخلافت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علامہ تفتازانی اسلام کے سیاسی نظام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

والإمامة رياسة عامة في أمر الدين والدنيا خلافة عن النبي عليه الصلاة والسلام[2]

(امامت دینی و دنیاوی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی جانشینی اختیار کرتے ہوئے عمومی اختیار واقتدار ہے)۔

علامہ الماوردی لکھتے ہیں:

الْإِمَامَةُ مَوْضُوعَةٌ لِخِلَافَةِ النُّبُوَّةِ فِي حِرَاسَةِ الدِّينِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا [3]

(امامت دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیاوی امور کی تدبیر اور نظم ونسق کرنے میں نبوت کی نیابت ہے)۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

فهي في الحقيقة خلافة عن صاحب الشّرع في حراسة الدّين وسياسة الدّنيا به [4]

(درحقیقت خلافت دین کی حفاظت کرنے اور اس کے ذریعے دنیوی امور کی تدبیر اور نظم ونسق کرنے میں صاحبِ شریعت ﷺ کی نیابت اور جانشینی کا نام ہے)۔

علمائے اسلام کی تصریحات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا قطعۂ ارضی جس میں مسلمانوں کی منظم معاشرت اسلامی دستور وقانون کے ماتحت قائم ہو، عوام اس دستور وقانون کے عملی

---

1 ایضاً، ج2، ص310۔

2 تفتازانی، سعد الدین۔ شرح المقاصد فی علم الکلام۔ پاکستان: دار المعارف النعمانیۃ، 1401ھ۔ ج2 ص272۔

3 الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی، مصر، 1393ھ، ص5۔

4 ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، موئسسہ الاعلمی، بیروت، 1406ھ، ص211۔

طور پر پابند ہوں اور اس تمام نظام کو چلانے والا ایک اہل خلیفہ یا حکمران ہو، اسلامی فلاحی ریاست کہلاتی ہے۔ اسلام میں ریاست کی پارلیمان کو آئین و قانون سازی کا مکمل اختیار ہے مگر وہ اِسلام کے بنیادی اصولوں و تصورات سے ہم آہنگ قانون و آئین سازی ہی کر سکتی ہے۔ اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں میں سماجی و معاشی انصاف، انسانی مساوات، نظام عدل، انسانی حقوق، عوام کی شراکتِ اقتدار اہم ہیں۔ اسلام کا یہ تقاضا ہے کہ افرادِ معاشرہ مل کر ریاست قائم کریں۔ اس کا آئین و دستور اسلامی اصولوں کی بنیاد پر تشکیل دیا جائے۔ ریاست اپنے بنیادی فرائض ادا کرنے کے لیے جمہوری انداز میں حکمران منتخب کرے۔ حکومتی امور مشاورت کی بنیاد پر طے کیے جائیں اور حکومتی عہدیداران اپنی ذمہ داریاں دیانت داری کے ساتھ ادا کریں۔

اسلامی فلاحی ریاست کا مقصد

قرآن مجید نے اسلامی فلاحی ریاست کے کچھ بنیادی مقاصد بیان کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1 عبادات کی ادائیگی

ریاست کا وجود انسان کی معاشرت پسندی کا فطری نتیجہ ہے۔ امن و امان، دفاع اور اجتماعی خوش حالی ہر معاشرے کی بنیادی ضروریات ہیں اور یہ بنیادی ضروریات ایک اجتماعی نظام اپنائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ریاست اور اس کے لوازم تسلیم شدہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ} [1]

(ہم اگر ان لوگوں کو زمین میں اقتدار عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دینگے اور نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ کے اختیار میں تمام کاموں کا انجام ہے)۔

1 الحج:41۔

یہ آیت کریمہ اسلامی ریاست کے خصوصی اہداف و مقاصد بیان کرتی ہے۔ اس کی رو سے یہ ضروری ہے کہ اسلامی ریاست میں نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام اجتماعی بنیادوں پر ہو اور معاشرے میں بھلائیوں کے فروغ اور برائیوں کے استیصال کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

2 اسلامی احکامات کا نفاذ

اسلامی ریاست کا دوسرا اہم مقصد حقوق العباد کی ادائیگی ہے جس میں بندوں کے معاشرتی و معاشی کی کماحقہ انجام دہی شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا}[1]

(بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے)۔

قرآن مجید کا یہ فرمان واضح کرتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں حقوق و فرائض کے ادا کرنے میں امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو کا اصول ملحوظ رکھا جائے گا اور تنازعات کو نمٹانے میں فیصلہ عدل کے ساتھ کرو کے حکم کو بنیادی قدر کی حیثیت حاصل ہو گی۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: حاکم کو چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے۔

1. اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے دوسرے کو بھی دے۔
2. نشست دونوں کو ایک سی دے۔
3. دونوں کی طرف برابر متوجہ رہے۔
4. کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔
5. فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دلائے[2]۔

---

1 النساء:58۔

2 مرادآبادی، سید نعیم الدین، خزائن العرفان، تاج کمپنی، لاہور، 1985، ص345، تفسیر سورۃ النساء، آیت نمبر 58۔

قرآن مجید نے تمام مسلمانوں پر ایک امت کی حیثیت سے ساری دنیا کو دین کا پیغام اس طرح پہنچانے کی ذمہ داری عائد کی ہے کہ تمام عالم انسانی اس دین کا مجسم صورت میں مشاہدہ کرلے۔ وہ دیکھ لے کہ جس دین کو مسلمان مانتے ہیں وہ کیسے انسان پیدا کرتا، کیسا معاشرہ وجود میں لاتا اور انسانیت کو کیسا نظام اجتماعی عطا کرتا ہے، سورۂ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ}[1]

(تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں)۔

امت مسلمہ یہ ذمہ داری ایک ریاستی نظام میں بندھ جانے کے بعد ہی ادا کر سکتی ہے۔ گویا ایک اسلامی ریاست نہ صرف اپنے داخل میں دین کو قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے بلکہ اسے اپنے خارج میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی علَم بردار کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست کے لیے بنیادی ضابطہ

اسلامی ریاست الہامی قانون کی پابند ہوتی اور اس میں حقیقی مرجعِ اطاعت کا مقام صرف اللہ تعالیٰ اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ ہی کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جب حکمران کے لیے حق اطاعت بیان کیا تو وہیں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ہر حال میں اور بے چون وچرا، اطاعت صرف قرآن وسنت کے ساتھ خاص ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا}[2]

---

1 آل عمران:110۔

2 النساء:59۔

(اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان لوگوں کی، جو تم میں سے صاحبِ امر ہوں۔ پھر تمھارے درمیان، اگر کسی معاملے میں اختلافِ رائے ہو، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی اچھا ہے)۔

قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ سے تین باتیں بصراحت سامنے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ، رسول اکرم اور صاحب امر یعنی حکمران، ان تینوں کی اطاعت ضروری ہے۔ دوسری یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تنازع اور اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں۔ تیسری یہ کہ حکمران کے ساتھ تنازع اور اختلاف کی صورت پیش آ سکتی ہے، مگر اس میں بھی فیصلہ کن حیثیت اللہ اور اس کے رسول ہی کو حاصل ہے۔ اس اصول پر، کسی ریاست کا قیام ہی وہ امتیازی خصوصیت ہے، جو ایک عام ریاست کو اسلامی ریاست بنا دیتی ہے، اور اس اصول کی رو سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں قانون کی تدوین کا ہو یا نظام کی تشکیل کا، قرآن و سنت سے کبھی انحراف نہ کیا جائے۔ اسی لیے قرآن مجید نے بڑی صراحت کے ساتھ اس نوع کے انحراف کو کفر قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ}[1]

(اور جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں جسے اللہ نے نازل کیا ہے، وہی کافر ہیں)۔

قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد، اس معاملے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ مسلمانوں سے اجتماعی سطح پر کیا روش مطلوب ہے اور وہ کیا چیز ہے جسے اگر وہ نظر انداز کر دیں تو نعمت ایمان سے بھی محروم ہو سکتے ہیں۔

اسلامی فلاحی ریاست کے عناصرِ ترکیبی

اسلامی ریاست کے عناصرِ ترکیبی اقتدارِ اعلیٰ، عوام اور حکومت ہیں۔ جب مسلمانوں کی سب سے پہلی ریاست مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے تشکیل دی تو اس ریاست کا اقتدارِ اعلیٰ نہ تو کسی فرد کو حاصل تھا اور نہ ہی کسی ادارے کو، یہ اقتدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تسلیم کیا گیا

---

1 المائدۃ:44۔

تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے عملی اظہار کا ذریعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کے متعلق قرآن مجید نے تمام انسانیت کو واضح پیغام یہ دے دیا:

{قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}[1]

(آپ ﷺ فرما دیجیے اے اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے۔ تو جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ تیرے ہاتھ میں ہر خیر ہے۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

مقتدرِ اعلیٰ کے زمین پر خلیفۂ اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ریاستِ اسلامیہ کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خبر دیتے اور انہیں نافذ کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے احکاماتِ ربانی کی تعمیل کا حکم حکیمانہ شان سے اس طرح بیان فرمایا:

فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، أَحِلُّوا حَلَالَهُ، وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ[2]

(کتاب اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس کے حلال کردہ کو اپنے لیے حلال اور اس کے حرام کردہ کو اپنے لیے حرام کرلو)۔

اسلامی فلاحی ریاست کی اساسیات

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں حسب ذیل ہیں۔ ان بنیادوں پر ہی اسلامی ریاست کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اگر یہ بنیادیں کمزور ہو جائیں تو ریاست بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

ا۔ نفاذ شریعت

اسلامی ریاست میں شرعی احکام کا نفاذ ریاست کے استحکام کے لیے بے حد ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست اسی لیے قائم فرمائی کہ اللہ کے بندے اللہ کی عطا کردہ ہدایت کی روشنی میں زندگی گذاریں۔ آپ ﷺ نے دس سال کی قلیل مدت میں بے شمار مسائل کے باوجود مدینہ کی اسلامی ریاست کو فلاحی و مثالی بنایا اور اس میں شرعی احکام نافذ کر کے اسوۂ حسنہ

---

1 آل عمران:26۔

2 احمد بن حنبل، المسند، مطبعہ عثمانیہ، ترکی، 1324ھ، ج1، ص907۔

فراہم کیا۔ علامہ ابن خلدون اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے شریعت مطہرہ کا نفاذ ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ملک کے وقار اور استحکام کا انحصار صرف شریعت کے قیام و نفاذ پر مبنی ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے تحت ہی تصرف ہو سکتا ہے۔ شریعت کا نفاذ در حقیقت مملکت کے وجود سے ہے اور ملک کا وقار عوام سے ہے۔ عوام کا استحکام معاشی استحکام پر مبنی ہے۔ معاش انسانی معاشرت کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اور معاشرت کے استحکام کی بنیاد صرف اور صرف عدل و انصاف ہے"[1]۔

۲۔ شورائیت

اسلام کے سیاسی قوانین کے مطابق صرف وہی حکومت باضابطہ ہو گی جو ریاست کے مسلمان شہریوں کے مشورے سے قائم ہوئی ہو۔ قرآن مجید نے اسلامی نظام ریاست کے اس بنیادی اصول کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، سورۂ شوریٰ میں ہے:

{وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ}[2]

(مسلمانوں کا نظام ان کے باہمی مشورے کی بنیاد سے چلتا ہے)۔

یہ آیت مبارکہ ریاست کے سارے معاملات، حکمرانوں کا انتخاب، ان کی معزولی، داخلی اور خارجی حکمت عملی، ہر نوعیت کی قانون سازی اور انھی معاملات کے لیے دین کے منشا کی تعیین و تشریح، غرض تمام اجتماعی امور انجام دینے کے لیے بنیادی اصول متعین کر دیتی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کے اسلوب سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مشورہ دینے میں سب کے حقوق برابر ہیں اور اس میں کسی بھی شخص کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں۔ اسی طرح اگر سب لوگ کسی ایک بات پر متفق نہ ہو سکیں تو اس حکم کا ایک بدیہی تقاضا یہ بھی ہے کہ اکثریت کی رائے فیصلہ کن ہو گی۔ مشورے کے اصول کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو بھی اسی کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سورۂ آل عمران میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

1 ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، محولہ بالا، ص219۔

2 الشوریٰ:38۔

{فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ}[1]

(اے نبی ﷺ ان سے درگزر کیجیے اور ان کے لیے مغفرت چاہیے اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیے)۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی میں کام کر رہے تھے اور اسی کے دین کو دنیا تک بے کم و کاست پہنچا دینے پر مامور تھے، اس کے باوجود پسند یہی کیا گیا کہ اجتماعی معاملات صحابہ کے مشورے ہی سے انجام دیے جائیں۔ البتہ آپ ﷺ اپنی خصوصی حیثیت کی وجہ سے اجتماعی یا اکثریتی رائے کے پابند نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے دین کا یہ منشا پوری شان کے ساتھ پورا کیا۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسی شخص کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں پایا''[2]۔

قرآن مجید کی درج بالا آیت کریمہ جہاں اسلامی نظام ریاست کا بنیادی اصول دیتی ہے، وہیں اس بات کی طرف اشارہ بھی کر دیتی ہے کہ یہ مشورہ کن لوگوں سے کیا جائے گا۔ یہ آیت یہ نہیں کہتی کہ ان کا نظام مشورے پر چلتا ہے، بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ ان کا نظام ان کے باہمی مشورے پر چلتا ہے۔ چنانچہ ان کے باہمی مشورے کے الفاظ کا تقاضا یہی ہے کہ یہ مشورہ صرف اہل ایمان سے کیا جائے۔ ہر معاملے میں سارے اہل ایمان سے مشورہ لینا، عملاً ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ تمام طبقات کے نمائندہ افراد سے مشورہ لیا جائے۔ اس متبادل حل کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں اختیار کیا، صحیح بخاری میں ہے:

مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، جب ہوازن کے قیدی رہا کرنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جان سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی، پس تم جاؤ اور اپنے سرداروں کو بھیجو تا کہ وہ تمھاری رائے سے ہمیں آگاہ کریں[3]۔

---

1 آل عمران:159۔

2 ترمذی، السنن، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی امور الجہاد، رقم 1128۔

3 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الإمام للخصوم، رقم 7169۔

یہ اصول نہ صرف یہ کہ سنت رسول ﷺ میں پوری طرح کار فرما نظر آتا ہے بلکہ خلفاے راشدین نے بھی اس روایت کو قائم رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اسی قاعدے کے مطابق مجالس شوریٰ کے اجلاس بلائے۔ قاضی ابو یوسف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے انعقاد کے احوال نقل کیے ہیں[1]۔

۳۔ عدل وانصاف

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ ریاستوں کے استحکام کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ریاست کے قیام کا مقصد ہی عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کو عدل وانصاف کی بابت واضح ہدایات جاری فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ}[2]

(اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو)۔

اسلام نے عدل وانصاف پر بہت زور دیا ہے۔ فریقین کے درمیان انصاف کرنے کی بابت فرمایا گیا:

{وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ}[3]

(اور اگر تم ان فریقین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ عدالت تھا جس کے چیف جسٹس آپ ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ مثالی نظام عدل قائم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ}[4]

---

1 ابو یوسف، کتاب الخراج، فصل فی الفئی والخراج، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1985ء، ص177۔

2 النساء:58۔

3 المائدۃ:42۔

4 الشوریٰ:15۔

(اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں)۔

ہدایات ربانی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہی نظام عدل قائم فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ پیش کیا۔ ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کی۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں عزت اور وجاہت کا حامل تھا، اس لیے لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے اور معاملہ کسی طرح ختم ہو جائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول اکرم ﷺ کے منظور نظر تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اس معاملے میں رسول اکرم ﷺ سے معافی کی سفارش کیجیے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے معافی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ , أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَايْمُ اللهِ ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا [1]

(تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے تباہ ہو گئے کہ وہ غرباء پر بلا تامل حد جاری کر دیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے تھے، یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے قسم ہے رب عظیم کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا)۔

اسلامی ریاست میں یکساں نظام عدل قائم کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا ریاست استحکام لیے از حد ضروری ہے۔ چنانچہ حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ انصاف کی آسان اور یقینی فراہمی کے لیے قاضیوں کا تقرر کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عقبہ اور حضرت معقل بن یسار رضوان اللہ علیہم کو مختلف اوقات میں قاضی مقرر کیا[2]۔

---

1 ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ، السنن، المکتبۃ الشاملہ، کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود، حدیث نمبر 2983۔

2 ڈاکٹر یٰسین مظہر، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، 1995ء، ص 34۔

۴۔ مساوات

اسلامی فلاحی ریاست کی اساسیات میں سے ایک اہم اساس انسانی مساوات ہے۔ اگر کسی ریاست میں انسانی مساوات کا قانون مفقود ہو جائے تو وہ ریاست ناکام اور فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرمؐ نے ساری دنیا کو انسانی مساوات کا درس دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک (حضرت آدمؑ) ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو کسی گورے پر فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے[1]۔

۵۔ نیک سیرت عمال کی تقرری

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انتظامی لحاظ سے اسے چودہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ حکومتی منصب سنبھالنے اور اسے کما حقہ انجام دینے کی اہلیت رکھنے والے صحابہ کرام کو ہی صوبوں کا عامل مقرر فرماتے۔ جن کے فرائضِ منصبی میں اندرونی و بیرونی سرحدوں کی حفاظت، نمازوں کی امامت، عوام کی دینی و عصری تعلیم و تربیت، معیشت کا استحکام اور عوام کا ضروری احتساب شامل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ان عاملین کو ہدایات جاری فرماتے اور بوقت ضرورت انہیں تبدیل یا معزول بھی کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ریاست اسلامیہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے جن صحابہ کرام کو مختلف امور میں نگران مقرر کیا ہوا تھا ان کے نام یہ ہیں: "حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعد بن معاذ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، حضرت انیس بن ضحاک اسلمی اور حضرت ابو امامہ باہلی رضوان اللہ علیہم "[2]۔ چناچہ سیرۃ النبی ﷺ میں اسلامی فلاحی ریاست کی رہنمائی کے لیے یہ تعلیمات موجود ہیں کہ حکومتی افسران و کارکنان کا تقرر میرٹ پر کیا جائے اور قابل لوگوں کو ہی حکومتی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں۔

---

1 ناصر الدین البانی، سلسلۃ احادیث الصحیحہ، اسلامک اردو بکس ڈاٹ کام، حدیث نمبر 294۔

2 ڈاکٹر، یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، محولہ بالا، ص 26-27۔

٦۔استحکام معیشت

معیشت کا استحکام ریاست کے استحکام کی ضمانت ہے۔اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے معیشت کا مستحکم ہونا بے حد ضروری ہے۔اسلامی ریاست کے فرماں روا کی حیثیت سے آپ ﷺ نے معیشت کو مضبوط کرنے کے درج ذیل عملی اقدامات کیے جنہیں اصول و قانون کا درجہ حاصل ہے:

- آپ ﷺ نے دولت کے اکتساب اور انفاق کے وقت حلال و حرام کا قانون مقرر فرمایا۔
- رشوت، خیانت، شراب اور اس کی آمدن، جوا اور سٹہ بازی، زنا اور اس کی آمدن، بت گری و بت فروشی اور اس جیسے تمام ناجائز ذرائع آمدن کو حرام قرار دیا۔
- ارتکاز دولت پر پابندی لگائی۔
- عیش پرستی اور فضول خرچی کو ممنوع قرار دیا۔
- زکوٰۃ و عشر کا نظام قائم کر کے کمزور انسانی طبقات کو مالی طاقت عطا کی۔
- مالِ غنیمت، فئی اور خمس کے ذریعے مجاہدین و مفلوک الحال لوگوں کی مالی معاونت کا قانون عطا کیا۔ زمینوں پر محصول لگایا اور قومی اخراجات کے لیے مالی معاونت فراہم کی۔
- جزیہ کے ذریعے غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے مالیاتی نظام وضع کیا۔اس قانون کا اطلاق صرف آزاد غیر مسلم مردوں پر تھا، بچے بوڑھے عورتیں اور معذور اس قانون سے مستثنیٰ تھے۔

٧۔دفاع

اسلامی فلاحی ریاست کا دفاع ہر صورت لازمی امر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلامی ریاست کے دفاع کو بہت اہمیت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ابتدا میں ہی دفاعی امور کی طرف خاص توجہ دی۔ پائیدار امن و سلامتی کے لیے مہاجرین و انصار اور مدنی قبائل کے درمیان ایک عظیم معاہدہ کرایا جسے پوری عالم انسانیت میثاق مدینہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ ﷺ نے ممکنہ حد تک اس میثاق کے ذریعے امن و سلامتی اور دوستی کو فروغ دیا۔میثاق مدینہ میں اس بات کو

یقینی بنایا گیا کہ "معاہدہ میں شریک کسی بھی حلیف پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو تمام معاہدین مل کر مشترکہ دفاع کا عمل سرانجام دیں گے"۔[1]

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے دفاع کو مضبوط کیا۔ دشمنانِ اسلام کی طرف سے بدر، احد اور خندق کے معرکے مدینہ منورہ کے بالکل قریب مسلط کیے گئے۔ بشمول ان کے ، کل معرکوں کی تعداد عہدِ نبوی ﷺ میں اٹھاسی بنتی ہے۔ یہ تمام لڑائیاں مسلمانوں نے آپ ﷺ کی رہنمائی میں دفاعی طور پر لڑیں۔ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں "ان لڑائیوں میں مسلمان شہدا کی تعداد ۲۵۵، اور مخالفین اسلام مقتولین کی تعداد ۷۵۹ ہے۔ قیدیوں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے جن میں سے ۶۳۴۷ کو بغیر شرط کے اور ۲۰۷ کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا۔ صرف دو کو عدالتی عمل کے تحت جرم ثابت ہونے پر بطور قصاص قتل کیا گیا"[2]۔

آپ ﷺ نے عالمِ انسانیت میں پہلی بار جنگی اصلاحات متعارف کرائیں جن سے دنیا بالکل ناآشنا تھی مثلاً میدان جنگ میں دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو نشانہ نہ بنایا جائے۔ کسی کو آگ میں نہ جلایا جائے۔ کسی کا مثلہ نہ کیا جائے۔ اسیروں ، سفیروں ، قاصدوں اور قومی نمائندوں کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ کی متعارف کردہ ان اصلاحات کا مقصد صرف انسانیت کی حفاظت تھا، جس کی تقلید آج اقوامِ عالم کی اہم انسانی ضرورت بن چکی ہے۔

۸۔ خارجہ تعلقات

ریاست کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے حکومت کی جانب سے وضع کردہ حکمت عملی کو خارجہ تعلقات یا خارجہ امور کہتے ہیں۔ جب ایک آزاد اور خود مختار ریاست دنیا کی دوسری آزاد اور خود مختار ریاستوں کے ساتھ تعلقات کی استواری کے لئے ایک پالیسی طے کرتی ہے تو اسے خارجہ پالیسی کہا جاتا ہے۔ بین الاقوامی طرزِ حکومت اور مفادات کو سمجھنے کے لیے خارجہ پالیسی ایک اہم کلید ہوتی ہے۔ ریاستوں کے مابین الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کے لیے خارجہ پالیسی کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔ خارجہ پالیسی صرف اور صرف ملکی و قومی مفاد پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ریاست کے مفادات کا تحفظ کیا

---

1 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، 1991ء، ص36۔

2 منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعلمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1990ء، ج2، ص265۔

جاتا ہے۔ ریاست کی سلامتی، قومی وقار کی بلندی اور معیشت کا فروغ اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ بوقت ضرورت جنگ کے بیرونی وسائل و ذرائع کا حصول اور عالمی مکالمہ اسی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ میں بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد رکھی۔ اسی کے پیش نظر آپ ﷺ نے خارجہ پالیسی کے جو رہنما اصول متعین فرمائے وہ حسبِ ذیل ہیں:

1 اعلائے کلمۃ اللہ

2 برابری

3 امن و استحکام

4 باہمی تعاون

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے امور خارجہ کی بابت یہ چار بنیادی اصول ہمیں ملتے ہیں جنہیں اسلام کی خارجہ پالیسی کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔

۹۔ سفارت

سفارت گفت و شنید کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کا ایک طریقہ کار ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو کسی ملک کے سفیر یا سفارتی نمائندے امور خارجہ میں فنی طور پر استعمال کرتے ہیں اور اپنے ممالک کے مفادات کی حفاظت کرتے ہیں۔ ممالک کے مابین سفارت کاری اہم اور حساس معاملہ ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں سفارت کاری کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے۔ اقوام متحدہ کے قیام کے بعد اس کا رکن بننے اور دیگر ممبر ممالک کے ساتھ عالمی معاہدات ہوجانے کی وجہ سے سفارت کا معاملہ انتہائی اہمیت حاصل کرچکا ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ سفارتی اصول واقدامات بہت اہم ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے عہد کے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس اپنے سفارت کار روانہ کئے۔ حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے کے بعد اہل مکہ سے گفت و شنید کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے سفارت کاری کے لیے جن تربیت یافتہ صحابہ کرام کو دنیا کے حکمرانوں اور سرداروں کے پاس بھیجا ان میں دحیہ بن خلیفہ کلبی، عبد اللہ بن

حذافہ سہمی، عمرو بن امیہ ضمری، حاطب بن ابی بلتعہ، شجاع بن وہب اسدی اور حارث بن عمیر ازدی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام شامل ہیں[1]۔

اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داریاں

شاہ ولی اللہ دہلوی قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کی بابت لکھتے ہیں:

هي الرياسه العامه في التصدي لاقامه الدين بإحياء العلوم الدينيه واقامه اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتله واعطاءهم من الفيء والقيام بالقضاء واقامه الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابهً عن النبي صلي الله عليه وسلم. [2]

(علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کے ذریعہ دین قائم کرنے، ارکانِ اسلام عملاً نافذ کرنے، جہاد اور اس سے متعلق امور یعنی لشکر ترتیب دینے، مجاہدین کے مشاہرے مقرر کرنے، مالِ غنیمت سے انہیں حصہ دینے، حدود اللہ قائم کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی ﷺ کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارت کرنے کو ریاست کہتے ہیں)۔

اسلام میں ریاست کے قیام اصل مقصد زمین کا ایک خاص ٹکڑا حاصل کرنا نہیں بلکہ ایک فلاحی مملکت قائم کرنا ہے۔ لہذا ایک اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داریاں، غیر اسلامی ریاستوں سے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اسلامی ریاست نہ صرف یہ ذمہ داریاں پورا کرتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بنیادی طور پر حسبِ ذیل ذمہ داریاں نبھاتی ہے:

- ریاست میں اسلامی نظام کا قیام
- نماز اور زکوٰۃ کے نظام کا اہتمام
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام
- عوامی مسائل کے حل کے لئے مختلف محکموں کا قیام
- ملک سے ظلم وناانصافی کے خاتمہ کے لیے نظامِ عدل کا قیام
- ملک کی داخلی اور خارجی سلامتی کے لیے پولیس اور فوج کا نظام

---

1 ابن ہشام، محولہ بالا، ج3، ص607۔

2 شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفا، سہیل اکیڈمی، لاہور، 1396ھ، ج1، ص2۔

- معاشی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے معاشی نظام کا قیام
- ٹیکسوں کی وصولی کا نظام
- پڑوسی ممالک سے دوستی اور تعاون کا اہتمام
- بین الاقوام سفارت کاری کا اہتمام

اسلامی ریاست کی بنیاد دینی و اخلاقی اقدار پر قائم ہوتی ہے اس لئے اسلام نے حکومت کے انتظام وانصرام کے ساتھ ساتھ دینی واخلاقی اقدار کو بہ طور خاص اہمیت دی ہے اور یہی چیز ایک اسلامی طرز حکومت کو دیگر اقسام حکومت سے ممتاز کرتی ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست میں شہریوں کے حقوق

اسلامی ریاست کی مکمل شہریت صرف انھی افراد کو حاصل ہوتی ہے، جو خلافِ دین عقائد واعمال کو چھوڑدیں۔ نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ }[1]

(اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم سمجھ داروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں)۔

یہ آیت اسلامی ریاست کے شہریوں کو وہ حقوق بھی دیتی ہے جن کا موجودہ دور کی جدید ترین ریاست ابھی تصور بھی نہیں کر سکی۔ سورۂ توبہ کی یہ آیت واضح کرتی ہے کہ:

- اسلامی حکومت دین کے عقائد واعمال کی خلاف ورزی پر اپنے شہریوں کے خلاف تادیبی کارروائی کر سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے شہریوں کو دوسروں کے جان ومال، عزت و آبرو اور انھیں حاصل شہری حقوق کے خلاف اقدام سے روک سکتی اور اس نوع کے اقدام پر سزا دے سکتی ہے اور ایسی قانون سازی بھی کر سکتی ہے جس کے نتیجے میں اس طرح کے جرائم کا سدباب ہو سکے۔

1 التوبۃ:11۔

- اسلامی حکومت اپنے مسلمان شہریوں کو نماز اور زکوٰۃ کے علاوہ، قانونی طور پر کسی چیز پر عمل کا جبراً پابند نہیں کر سکتی۔ یہ اصول آزادی رائے، آزادی فکر، آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ عمل کا پروانہ ہے۔ اس سے زندگی کے ہر میدان مثلاً تجارت، خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور ذاتی امور میں کامل آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آزادی کا ایک ایسا نوشتہ ہے جسے جاری کرنے کا فخر صرف انبیا اور ان کے متبعین کو حاصل ہے۔
- جو افراد ان شرائط کو پورا کرتے ہیں شہری حقوق کے حوالے سے برابر حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی بھی شخص کو کسی بھی وجہ سے کوئی امتیازی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ مسلمان ارباب اقتدار ہوں یا عامۃ الناس، ان کا باہمی رشتہ بھائیوں کا رشتہ ہے۔ قانونی حقوق کی نسبت سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ہی اسلام میں کسی تفریق و امتیاز کی کوئی گنجایش ہے۔

اسلامی ریاست کے شہریوں کو بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق شہریوں کے حقوق درج ذیل ہیں:

ا۔ جان ومال اور عزت کی حفاظت

جان ومال اور عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کے شہری کا یہ پہلا بنیادی حق ہے۔ اس کی ضمانت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہے۔ ریاست کسی شہری کی جان ومال اور ناموس پر نہ خود ہاتھ اٹھا سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ابتدا میں ہی دفاعی امور کی طرف خاص توجہ دی۔ پائیدار امن وسلامتی کے لیے مہاجرین وانصار اور مدنی قبائل کے درمیان میثاق کا معاہدہ کرایا اور ممکنہ حد تک دوستی کو فروغ دیا۔ اور اس بات کو یقینی بنایا کہ "معاہدہ میں شریک کسی بھی حلیف پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو تمام معاہدین مل کر مشترکہ دفاع کا عمل سرانجام دیں گے"[1]

1 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، محولہ بالا، ص36۔

۲۔ ضرورت مندوں کی کفالت

اسلامی ریاست اپنی حدود میں اس بات کی ذمہ دار ہے کہ کوئی شہری بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہ پائے چنانچہ جس کا کوئی ذمہ دار نہ ہو اس کی ذمہ داری ریاست پر ہے۔ اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے معیشت کا مستحکم ہونا بھی ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کے فرمانروا کی حیثیت سے آپ ﷺ نے معیشت کو مضبوط کرنے کے درج ذیل عملی اقدامات کیے جنہیں اصول و قانون کا درجہ حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نافذ کردہ اسلامی نظامِ معیشت کے حسن کو امام ابو یوسف اس طرح بیان کرتے ہیں: "اسلام نے مالِ غنیمت، فئی اور خمس کے ذریعے مجاہدین و مفلوک الحال لوگوں کی مالی معاونت کا قانون عطا کیا۔ زمینوں پر محصول لگایا اور قومی اخراجات کے لیے مالی معاونت فراہم کی۔ اور جزیہ کے ذریعے غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے مالیاتی نظام وضع کیا۔ اس قانون کا اطلاق صرف آزاد غیر مسلم مردوں پر تھا، بچے بوڑھے عورتیں اور معذور اس قانون سے مستثنیٰ تھے"[1]۔

۳۔ بنیادی تعلیم و ہنر کی فراہمی

اسلامی ریاست ہر شہری کی ابتدائی اور ضروری تعلیم کی ذمہ دار ہے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ موجود ہے کہ آپ نے کس طرح سے آپ نے اسلامی ریاست میں تعلیم کو عام فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست میں عوام کے تعلیم و تعلم کے لیے عملی اقدامات کیے اور ان کی نگرانی بھی خود فرمائی۔ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معلم مقرر فرمایا، مسجد نبوی کے صحن میں صفہ کی علمی و عملی درس گاہ بنوائی جس کا نگران حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بنایا، خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے ہفتہ میں ایک دن خاص کیا اور اس کے اہتمام کی ذمہ داری ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سونپی۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ: "صفہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں نو مساجد میں مدرسے قائم تھے جہاں نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی ریاضی، مبادی طب، علم ہیئت، علمِ انساب اور علمِ تجویدِ قرآن کی تعلیم آں حضرت ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی"[2]۔

---

1 ابو یوسف، کتاب الخراج (مترجم)، محولہ بالا، ص117۔

2 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، محولہ بالا، ص106۔

عہدِ حاضر میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم و فنون پر دسترس و مہارت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہے۔ چناچہ اسلامی ریاست کی قومی قیادت کو تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیم و تعلم کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہییں تاکہ عوام کا معیارِ زندگی بلند ہو اور مملکت کے وقار اور ترقی میں اضافہ ہو۔

۴۔ اقلیتوں سے حسن سلوک اور عدل و انصاف

حسن سلوک اور عدل و انصاف صرف کسی ایک گروہ، ملک اور قوم کی خواہش و حاجت نہیں بلکہ یہ پوری تاریخ انسانیت میں تمام انسانوں کی فطری و تاریخی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے چلائی جانے والی تحریک کا بنیادی عنصر عدل و انصاف ہوتا ہے۔ عدل و انصاف ہی وہ چیز ہے جس کے لئے انسانیت ہمیشہ تشنہ رہی ہے اسلام نے عدل و انصاف کی سخت تاکید کی ہے۔ یہ اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ انسان کسی بھی حال میں ہو وہ عدل و انصاف کو ترک نہ کرے۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں۔ اسلام اپنے متبعین کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی فرد یا گروہ پر دست درازی کریں چاہے اس سے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ }[1]

(اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف ہی نہ کرو)۔

بین الاقوام انصاف کی بابت تاریخ اسلامی نے بے شمار مثالیں اپنے دامن میں محفوظ کی ہوئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ [2]

1 المائدۃ:8۔

2 بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی 1402ھ، بیروت، ج4، ص32۔

(غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا اہم فریضہ ہے)۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس تعلیم پر عمل درآمد کے بے شمار نظائر دور خلافت راشدہ میں بھی ملتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمروؓ بن عاص والی مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفۂ وقت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی تو اُنہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی فرمایا:

مُذْ کم تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً [1](تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا)۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ ”عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں تعزیرات اور دیوانی قانون دونوں میں مسلمان اور غیر مسلم اقلیت کا درجہ مساوی تھا“[2]۔

10 نتائج مقالہ

مقالہ کے نتائج حسب ذیل ہیں:

1 فلاحی ریاست حکومت کی ایک شکل ہے جس میں ریاست اپنے شہریوں کو معاشی اور معاشرتی سطح پر ترقی دیتی اور تحفظ بھی فراہم کرتی ہے۔ اس کی بنیاد مواقع کی یکساں فراہمی، دولت کی منصفانہ تقسیم اور عوام کی زندگی بہتر بنانے کی ذمہ داری کے اصولوں پر ہے۔

2 اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل اور مؤثر حکمرانی کے لیے تعلیماتِ قرآنی اور اسوۂ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مطالعہ اور اس کے مطابق عمل بے حد ضروری ہے۔

3 رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قائم کردہ اسلامی ریاست تہذیب وتمدن کی اعلیٰ وارفع مثال تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا اور اس کی اطاعت کا عملی مظاہرہ خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پیش کیا۔

4 ہدایاتِ ربانی کی روشنی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلامی ریاست میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی، معاشی خوشحالی، معاشرتی رواداری اور دینی و دنیاوی علوم وفنون کو فروغ دیا۔

5 آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کمزور انسانی طبقات اور اقلیتوں کو تحفظ دے کر دنیا کے لیے مثالی نمونہ فراہم کیا۔

---

1 ابن عبد الحکم، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله القرشي المصري۔ فتوح مصر وأخبارها۔ بیروت: دار الفکر، 1416ھ ۔ ص183۔

2 ابو یوسف، کتاب الخراج، محولہ بالا، ص187۔

6 آپ ﷺ نے ایسے وقت دفاعی لحاظ سے جنگی حکمتِ عملی اور اصلاحات متعارف کرائیں جب دنیا ان سے بے خبر تھی۔

7 آپ ﷺ نے علاقائی و بین الاقوامی حالات کا موثر جائزہ لے کر امن سلامتی پر مبنی خارجہ پالیسی تشکیل دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی ریاست اور اس کے باسیوں کو جانی و مالی امن واستحکام مل گیا اور دشمنوں کے تمام ہتھیار بیکار ہو گئے۔

ریاست مدینہ کے تناظر میں اسلامی فلاحی مملکت کے لیے سفارشات

مقالہ ہذا کی سفارشات درج ذیل ہیں:

1. پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیے حکومت کو اپنے شہریوں کو معاشی و معاشرتی سطح پر ترقی اور تحفظ فراہم کرنا چاہیے۔ اس کے لیے اسلامی تعلیمات سے آگاہی، مواقع کی یکساں فراہمی اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے اصول پر عمل ضروری ہے۔
2. قرآنی ونبوی تعلیمات کی روشنی میں ریاست پاکستان عدل و انصاف، قانون کی بالادستی، معاشی خوشحالی، معاشرتی رواداری اور دینی و دنیاوی علوم وفنون کو فروغ دے۔
3. پاکستانی ریاست کو ترقی وخوشحالی اور پائیدار امن کے لیے قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات واسوۂ حسنہ سے اخلاص کے ساتھ رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔
4. پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیے حکومت حکمت و فراست سے کام لے کر علمی، سائنسی، فنی اور معاشی ترقی کے لیے عملی اقدامات کرے اور ان شعبوں میں قومی سطح پر مہارت پیدا کرنے کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرے۔
5. پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیے حکومت آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں علاقائی وبین الاقوامی حالات کا موثر جائزہ لے کر امن وسلامتی پر مبنی خارجہ پالیسی تشکیل دے۔